عہد حاضر میں پیغامِ کربلا کی معنویت

مولانا عبدالمبین نعمانی / عابد چشتی

یہ دونوں مضامین ماہنامہ اشرفیہ,مبارکپور,انڈیا (دسمبر 2011) سے لیئے گئے ہیں

مضمون نگار مولانا عبدالمبین نعمانی قادری,مصباحی/مولانا عابد چشتی

ہمارا عمل حسینی یا یزیدی؟

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی، المجمع الاسلامی، مبارک پور

تاریخِ انسانیت میں شہادتِ حسین وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس کے آستانے پر قلب وجگر سجدے کر رہے ہیں، بلاتفریق مذہب و ملت، ہر انسان کا ضمیر اس عظیم قربانی کا اعتراف کرتا ہے۔ کربلا کے پیاسے امام مظلوم نے اپنی جان دے کر اسلام و انسانیت کو ایک نئی زندگی بخشی، اپنے احبا اور اقربا سب کو اللہ کی خوشنودی کے لیے قربان کر دیا، اور کسی قسم کا پس و پیش نہیں کیا۔ اس عظیم الشان قربانی کا مقصد صرف اور صرف دین وملت کی حفاظت تھی۔ لیکن افسوس آج ایسا پرفتن دور آ گیا ہے کہ لوگ امام حسین کی شہادت کے موقع پر ایسے ایسے برے کام انجام دیتے ہیں جن کے خلاف حضرات شہیدانِ کربلا نے یزیدیوں سے جہاد کیا۔ اور ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جنھیں یزیدیوں نے قتلِ حسین کے بعد انجام دیا تھا اور اسی کو اپنی کوتاہ نظری سے محبت حسین کا نام دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو امام حسین کا شیدائی کہنے والے دسویں محرم الحرام میں کہیں ڈھول تاشہ بجاتے ہیں۔ کہیں دیکھا جاتا ہے کہ امام حسین کے نام کی شیرینی لٹاتے ہیں جو راہ چلتے لوگوں کے پاؤں کے نیچے آ جاتی ہے اور رزقِ الٰہی کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ کہیں ڈانس اور کہیں شراب نوشی جیسی حرکت کی جاتی ہے جو شرعاً حرام ہے۔ ذرا سوچیے اگر آپ کے اعزہ میں کوئی انتقال کر جائے تو کیا آپ ڈھول تاشے بجاتے ہیں؟ اگر نہیں تو امام حسین جنھوں نے اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے اپنی جان قربان کی، ان کی یاد میں ایسے ناجائز عمل کا ارتکاب کیوں؟ اور حیرت یہ ہے کہ اسی کو محبتِ حسین کا نام دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ امام حسین کی شہادت تو ایسی ہی بری رسموں کو مٹانے کے لیے ہوئی تھی۔ بعض جگہ تعزیہ بنایا جاتا ہے، کوئی تعزیہ مثلِ براق تو کوئی پری کی صورت میں ہوتا ہے۔ کیا حضرت امام حسین کا آستانہ براق یا پری کی شکل کا ہے کہ ان غلط رسموں کو یادِ حسین کا نام دیا جاتا ہے؟ بعض حضرات اپنے لڑکوں کو پیک بنا کر ایک امام باڑے سے دوسرے امام باڑے ننگے پیر دوڑاتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جسے خود لوگوں نے گڑھ لیا ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور شریعت ان چیزوں کی اجازت بھی نہیں دیتی، بلکہ بعض ایسے امور ہیں جن کو یزیدیوں نے شہادت حسین کے بعد خوشی میں انجام دیا تھا، چناں چہ جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اسیرانِ کربلا اور حضرت امام حسین کا سر عن قریب دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے پورے شہر کو آراستہ کرنے اور سب کو خوشی منانے کا حکم دیا۔ صحابی رسول حضرت سہل جب دمشق شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ سب لوگ خوشی منا رہے ہیں۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس طرح کے برے افعال اس موقع پر کرنا یزیدیوں کا طریقہ ہے، اسی وجہ سے علمائے اہلِ سنت نے ان رسموں کی سخت مخالفت فرمائی اور اسے ناجائز وممنوع لکھا۔ مجدد اعظم اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان رسالہ تعزیہ داری میں رقم طراز ہیں۔

"اول تو نقش تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش، نئی گڑھت، پھر کسی میں پریاں کسی میں براق اور بے ہودہ طمطراق پھر کوچہ بہ کوچہ اشاعتِ غم کے لیے ان کا گشت، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدے میں گرا ہے کوئی ان بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک سے اپنی مرادیں مانگتا، منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے راستے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا۔" (رسالہ تعزیہ داری، ایضاً، ص: ۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا حماقت اور نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکات وخیال سے باز آنا چاہیے۔" (ایضاً، ص: ۲۲)

ایک جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے یہ استفتا ہوتا ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ محرم میں بچوں کو سبز کپڑے اور ان کے گلوں میں ڈوریاں باندھ کر ان کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بنانا کیسا ہے؟"

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: "یہ مراسم جو سوال میں مذکور ہوئے سب ممنوع وناجائز ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (ایضاً، ص: ۳۱)

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ بعض حضرات اپنے کو سنی کہتے ہیں لیکن اپنی کم علمی کی وجہ سے "ماتم" یعنی گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، سینہ کوٹنا وغیرہ جو خالص شیعوں کا عقیدہ اور شعار ہے، اس پر عمل کرتے ہیں حالاں کہ یہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے، جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب.

یعنی جو چہرے کو مارے یا گریبان چاک کرے، وہ ہم میں سے نہیں (مسلم شریف، جلد اول، ص: ۷۰)

لہٰذا لوگوں کو اس سے بچنا ضروری ہے بلکہ جہاں وہ لوگ ماتم کرتے ہیں یا جہاں سے ان کا جلوس گزرتا ہے ایسی جگہ شرکت سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

ان ایام میں ہم کیا کریں:

اس مبارک موقع پر پانی یا شربت کی سبیل لگانا، غریب ومسکین کو کھانا کھلانا اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی یاد میں محفلیں قائم کرنا چاہیے، جن میں شہدائے کربلا کی زندگی کے روشن پہلو اور شہادت کے اسباب کا بیان ہو اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی جائے، تلاوتِ قرآن کی کثرت ہو۔ اس دن روزہ رکھنا چاہیے اور ہر وہ کام جو شریعت میں مستحسن ہو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو پانی پر پانی پلاؤ، گناہ جھڑ جائیں گے، جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔"

اور حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: "جس جگہ نیک بندوں کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ شہدائے کربلا کے صدقہ میں ہمارے بھائیوں کو نیکیاں کرنے اور بری باتوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تعزیہ کی نیاز کا صحیح طریقہ:

ہمارے یہاں ایک غلط رسم یہ پڑ چکی ہے کہ ماہِ محرم میں خصوصاً عاشورا کے دن امام حسین اور شہیدانِ کربلا کی فاتحہ کے لیے امام چوک یا امام باڑے کو خاص کرتے ہیں، جب کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، فاتحہ کہیں کریں ہو جائے گا۔ یوں ہی امام چوک یا تعزیے کے پاس جو فاتحہ ہوتا ہے اس کو بعض جگہوں پر چڑھاوا کہتے ہیں، یہ سخت غلط کام ہے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا۔

(۱)- ایک شخص کہتا ہے کہ میں تعزیہ کا چڑھا ہوا نہیں کھاتا ہوں حضرت امام حسین کی نیاز کھاتا ہوں۔

(۲)- ایک شخص کہتا ہے تعزیے پر کیا منحصر ہے چڑھا ہوا کوئی ہو میں نہیں کھاتا، نیاز کھاتا ہوں۔

جواب: (۱) پہلا شخص اچھی بات کہتا ہے واقعی حضرت امام کے نام پاک کی نیاز کھانی چاہیے اور تعزیہ کا چڑھایا ہوا کھانا نہ چاہیے اور اگر اس کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعزیہ کا چڑھا ہوا اس نیت سے نہیں کھاتا کہ وہ تعزیہ کا چڑھا ہوا ہے، بلکہ اس نیت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ قول غلط و بے ہودہ

ہے۔تعزیہ پر محض چڑھانے سے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی نیاز نہیں ہوجاتی،اوراگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تواس کے کھانے سے احتراز (پرہیز) چاہیے۔اوروہ نیت کا تفرقہ (یعنی یہ کہ میں نیاز سمجھ کر کھاتا ہوں، چڑھاوا سمجھ کر نہیں کھاتا۔) اس کے مفسدہ (فساد) کو دور نہ کرے گا۔مفسدہ اس میں یہ ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امرِ ناجائز (ایک ناجائز بات یعنی چڑھانے) کی وقعت بڑھانی، یاکم ازکم اپنے آپ کواس کے اعتقاد سے متہم کرنا ہے (یعنی اس ناجائز بات کے اعتقاد کی تہمت اپنے اوپر لگوانا ہے) اور دونوں باتیں شنیع و مذموم (یعنی بری) ہیں۔لہٰذااس کے کھانے ہی سے احتراز کیا جائے۔

(۲)- دوسرے شخص کی بات میں ذرا زیادتی ہے، اولیاے کرام کے مزارات پر جو شیرینی یا کھانا لوگ بہ نیت تصدق لے جاتے ہیں،اسے بھی بعض لوگ چڑھونا کہتے ہیں،اس کے کھانے میں فقیر کو اصلاً حرج نہیں۔

سوال: کچھ لوگ تعزیہ کے چڑھونے کو حرام کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

اس کا قول حد سے گزرا ہوا ہے،تعزیہ کا چڑھاوا کھانا ان وجوہ سے جو ہم نے ذکر کیں،مکروہ و ناپسند ضرور ہے،مگر حرام کہنا غلط ہے۔فتاویٰ عالم گیری میں اس بکرے کی نسبت جو ہندو نے اپنے بت کے نام مسلمانوں سے ذبح کرایا اور مسلمان نے اللہ عزوجل کے لیے تکبیر کہہ کر ذبح کردیا،تصریح فرمائی ہے کہ حلال ہے۔ و یکرہ للمسلم ، لیکن مسلمان کے لیے (اس کا کھانا) مکروہ ہے۔ جب وہاں صرف کراہت ہے تو یہاں تحریم (حرام قرار دینا) کیوں کر؟ (فتاویٰ رضویہ،۹/۲۱۹)

سوال: اب ایک اور سوال کے جواب میں جس میں بت اور تعزیے کو برابر کرکے سوال کیا گیا ہے،ارشاد فرمایا:

جواب: مسلمان کے نزدیک تعزیہ اور بت برابر نہیں ہو سکتے،اگرچہ تعزیہ بھی جائز نہیں۔ بت کا چڑھاوا غیر خدا کی عبادت ہے اور تعزیہ پر جو ہوتا ہے وہ حضرات شہداے کرام کی نیاز ہے، اگرچہ تعزیہ پر رکھنا لغو (بیکار) ہے، بت کی پوجا اور محبوبانِ خدا کی نیاز کیوں کر برابر ہوسکتی ہے،اُس کا کھانا مسلمانوں کو حرام ہے،اور اِس کا کھانا بھی نہ چاہیے۔(فتاویٰ رضویہ۔۲/۹/۲۷۲)

مگر حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے،مکروہ اور حرام میں فرق ہے، دونوں یکساں نہیں، یہ فتوے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نہایت اعتدال اور احتیاط پر مبنی ہیں،انھیں بغور پڑھنا اور عمل کرنا چاہیے۔ اس سے یہ حکم بھی معلوم ہوا کہ تعزیہ کے پاس یا امام باڑے میں شیرینی لے جا کر فاتحہ کرنا کسی طرح اچھا نہیں،اس سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔امام چوک یا مصنوعی کربلا کا یہی حکم ہے،ان مقامات پر فاتحہ کے لیے شیرینی لے جانا ایک لغو اور بے کار بات ہے، پھر اگر یہ عقیدہ بنا لے کہ اس کے بغیر فاتحہ ہوگا ہی نہیں تو اس کی شناعت میں اوراضافہ ہوجائے گا۔فاتحہ امام حسین کا ہو یا کسی اور امام یا بزرگ کا، گھر میں یا جہاں مناسب سمجھیں دلائیں جگہ کو لازم قرار نہ دیں۔

حمایتِ حق اور احترام شریعت کا درس دیتا ہے واقعۂ کربلا

مولانا محمد عابد چشتی،جامعہ صمدیہ،پھپھوند شریف

کربلاے معلیٰ کے ریگ زاروں پر امام حسین جن صبر آزما مصائب وآلام سے گزرے اوراپنے مقدس لہو کا نذرانہ پیش کیا،حق وصداقت کی سرفرازی کا یہ تاریخی حادثہ اپنے جلو میں امتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے نہ جانے کتنے پیغامات لیے ہوئے ہے۔سب سے پہلے ہم یہ بتا دیں کہ امام حسین کی شہادت ہنگامی حالات کا شاخسانہ نہیں تھی بلکہ تاریخی حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ حکمتِ الٰہیہ یہی تھی کہ حضرت امام حسین اس امتحان سے گزر کر قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک اعلیٰ اور بے مثال کردار پیش کریں تا کہ ان کی یاد مسلمانوں کے ایمانی جذبات میں حرارت پیدا کرتی رہے۔ان کی شہادت امت کو کیا پیغام دے گئی، یہ جگ ظاہر ہے، خاص طور سے تین پیغام ہمارے لیے نمونۂ درس ہیں۔

(۱)- حمایتِ حق: آج کے ہمہ ہمی اور گہما گہمی کے ماحول میں جب ہم گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قوم مسلم کے اندر قبولیت حق کے ساتھ ساتھ حمایت حق کا جذبہ بھی سرد پڑتا جارہا ہے، اس کی موٹی مثال ہمارے سامنے ہے، بد عقیدگی تیزی سے بڑھ رہی ہے،کئی خاندان جو صالح مسلک کے

ماننے والے ہیں، مگر جب ان کے گھر کا کوئی فرد کسی باطل فرقے سے جڑ جاتا ہے تو وہی لوگ جو ابھی تک اپنے مسلک پر متصلب تھے، دھیرے دھیرے ان کے دلوں میں نرمی کا گوشہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور تان یہاں آ کر ٹوٹتی ہے کہ وہ لوگ اس کا بے جا دفاع کرنے لگتے ہیں، محض دنیاوی غرض و مفاد کی خاطر کھل کر اختلاف کرنے میں جھجھک محسوس کرتے ہیں ایسے لوگوں کو امام حسین کا کردار اپنی نظر میں رکھنا چاہیے کہ آپ نے ان عارضی لذات کو بالائے طاق رکھ کر باطل سے نبرد آزمائی کی اور کسی قسم کی نرمی اور رواداری سے انکار کر دیا جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلامی نظریات اور تعلیمات کے خلاف کسی کا بھی قدم بڑھے ہم حالات کے مطابق اپنی بیزاری کا اظہار کریں، دنیا کے جھوٹے رشتے نبھانے کے بجائے خدا اور رسول کی خوشنودی پیش نظر رکھیں۔

(۲)- احترامِ شریعت : امام حسین کی شہادت سے اسلامی زندگی، دینی مزاج اور عملی زندگی کا پیغام بھی نشر ہوتا ہے، جو لوگ دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر اسلامی طرزِ حیات سے دور ہیں، ہر طرح کی سہولیات اور خوش حالی کے باوجود جن کے شب و روز دینی احکامات و معمولات کی پامالی میں گزر رہے ہیں وہ ذرا تاریخ کا یہ منظر بھی نگاہوں میں لائیں کہ قدم قدم پر خوف کے سائے، تین دن سے بھوک و پیاس کی ناقابل برداشت شدت، عفت مآب خواتین کی حفاظت کی فکر، خون آشام تلواریں، خنجر اور زہر آلود اسلحوں کی ہوش ربا جھنکار کے باوجود امام حسین نے شریعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و لحاظ رکھا، وہ بھی اس طرح کہ گردن پر خنجر کی تیز دھار مگر پھر بھی رگوں کا خون بہانے کے لیے بے قرار، آج کے دور میں جب کہ عبادت و ریاضت کا ذوق، عملی تڑپ اور تصوف کا سوز و گداز سب اپنے معنیٰ و مفہوم کھوتے جا رہے ہیں، ایسے ماحول میں حسین کی زندگی کے یہ آخری لمحات ہمیں مذہبی اور دینی زندگی میں عملی حرکت اور بیداری لانے کا پیغام دیتے ہیں۔

(۳)- پردہ کی اہمیت: آج معاشرے میں پھیلتی برائیوں میں عورتوں کا کردار مرکزیت کی طرف بڑھ رہا ہے، پردے کا اہتمام گھروں سے رخصت ہو رہا ہے، محرم الحرام کے مہینہ میں مسلم خواتین کی روش خون کے آنسو رلاتی ہے، سج دھج کر تعزیہ دیکھنے جانا، بے حیائی اور بے پردگی کے اس افسوس ناک سلسلے نے اس مقدس مہینہ کو خرافات میں تبدیل کر دیا ہے۔ اے کاش خاندانِ نبوت کی ان مقدس خواتین سے ہماری ماں بہنیں نصیحت حاصل کرتیں جنھوں نے ہزار غموں کے باوجود بے پردگی کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ صبر و شکیب کے ساتھ پردے میں بیٹھ کر مصائب کا سامنا کیا، کربلا کے میدان میں عورتوں کے کردار کا یہ پہلو بھی ہمیں پیغام ہدایت دے رہا ہے۔ ☆☆☆☆